27390
۱/۱۱۳

تاریخ: 10-02-2020

دار الافتاء
۳۶/۱۲۵

خدمت میں جناب مفتی صاحب
دار العلوم کورنگی 5 کراچی

جناب اعلیٰ! السلام علیکم ورحمۃ اللہ

گذارش یہ ہے کہ میں حمزہ پیرزادہ ولد عبد الخالق پیرزادہ NIC No. 42201-0516059-7 عرض کر رہا ہوں کہ مجھے ایک بیٹا اور چار بیٹیاں ہیں (اور بیوی بھی حیات ہے۔) میں بیمار ہوں اور اب میں کوئی کام نہیں کرتا۔ پہلے میں ٹھیکیداری کا کام کرتا تھا (پولیس کا) اور اب وہ کام میرا بیٹا کرتا ہے اور اس میں اب میری کوئی انویسٹمنٹ نہیں ہے کیونکہ میں نے سارا پیسا گھر بنانے میں لگا دیا۔ اب میرے گھر کے سارے اخراجات ماں باپ کی بیماری کے اخراجات بہنوں کی پڑھائی کے اخراجات میرا بیٹا خود برداشت کرتا ہے۔ میری جو ساری ملکیت ہے وہ صرف ایک گھر ہے۔ اس وقت اس کی مالیت 180,0000/= ایک کروڑ اسی لاکھ ہے۔ میں نے ایک بیٹی کی اور بیٹے کی شادی کر دی ہے۔ تین بیٹیاں باقی ہیں جن کی شادی کے اخراجات بھی میرا بیٹا برداشت کرے گا۔ میں آپ سے یہ گذارش کرتا

ہوں کہ میری اس جائداد میں میرا
میری بیوی کا اور میرے بچوں کا حصہ
بنتا ہوگا۔ تو میں اپنی زندگی میں ان
کو دیدوں اور میں بری الذمہ ہوجاؤں۔

آپ بتائیں گے تو عین نوازش
ہوگی۔

شکریہ۔

فقط آپ کا خادم
حمزہ پیرزادہ
10-02-2020
42201-0516059-7
پتہ: مکان نمبر R/192، بلاک نمبر 3
مخدوم بلاول سوسائٹی، کورنگی کراسنگ
رابطہ نمبر: 0348-2498546

دار الافتاء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الجواب حامداًو مصلیًا

واضح رہے کہ میراث کی تقسیم انتقال کے بعد ہوتی ہے، زندگی میں نہیں، اور آپ اپنی صحت والی زندگی میں یعنی مرضِ وفات میں مبتلا ہونے سے پہلے جائیداد کے خود مالک ہیں، آپ کی زندگی میں کسی اولاد کو آپ سے حصہ مانگنے کا حق حاصل نہیں ہے، البتہ اگر آپ اپنی زندگی میں بغیر کسی دباؤ کے اپنی خوشی سے اپنی جائیداد اولاد کے درمیان تقسیم کرنا چاہیں تو کرسکتے ہیں، اور یہ میراث کی تقسیم نہیں کہلائیگی، بلکہ والد کی طرف سے اولاد کو ہبہ (گفٹ) کہلائے گا۔

اس کا بہتر طریقہ یہ ہے کہ سب سے پہلے آپ اپنی بقیہ زندگی کے لئے اپنی جائیداد میں سے جتنا حصہ رکھنا چاہیں رکھ لیں، تاکہ بعد میں کسی کا محتاج نہ ہونا پڑے۔ نیز اگر آپ پر کوئی قرضہ ہو تو وہ بھی ادا کریں، اس کے بعد بیوی کو کم از کم آٹھواں حصہ دیدیں، بیٹے اور بیٹیوں کو برابر حصہ دیدیں، یہی افضل ہے، لیکن اگر میراث کے اصول کے پیشِ نظر بیٹے کو بیٹی سے دوگنا حصہ دینا چاہیں تو دے سکتے ہیں، تاہم بیٹیوں کا حصہ اس سے کم نہیں کرنا چاہیے۔ اگر آپ پہلے کسی بیٹے یا بیٹی کی شادی وغیرہ کے موقع پر کچھ دے چکے ہیں تو وہ بھی پیشِ نظر رکھ سکتے ہیں، تاکہ سب اولاد میں مساوات قائم رہے، البتہ اگر آپ کسی اولاد کو اس کی ضرورت یا دینداری یا فرمانبرداری کے پیشِ نظر دوسروں سے کچھ زیادہ دینا چاہیں تو یہ بھی جائز ہے۔

یاد رہے کہ اگر جائیداد قابلِ تقسیم ہو، تو ہر ایک کو اس کا حصہ باقاعدہ تقسیم کرکے مالکانہ قبضہ کے ساتھ دیدیں، یا جائیداد فروخت کرکے اس کی قیمت میں سے ہر ایک کو اس کا حصہ مالکانہ طور پر دیدیں، لیکن مالکانہ قبضہ دیئے بغیر صرف کاغذات میں نام کر دینا شرعاً کافی نہیں، اس سے شرعاً کوئی کسی چیز کا مالک نہیں بن سکتا۔

قال الله تبارك وتعالي:

{ إِنَّ اللَّهَ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْإِحْسَانِ } [النحل: ۹۰]

مشكاة المصابيح (۲/ ۹۰۹)

وعن النعمان بن بشير أن أباه أتى به إلى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إني نحلت ابني هذا غلاما فقال: «أكل ولدك نحلت مثله؟» قال: لا قال: «فأرجعه» . وفي رواية: أنه قال: «أيسرك أن يكونوا إليك في البر سواء؟» قال: بلى قال: «فلا إذن» . وفي رواية: أنه قال: أعطاني أبي عطية فقالت عمرة بنت رواحة: لا أرضى حتى تشهد رسول الله صلى الله عليه وسلم فأتى رسول الله صلى الله عليه وسلم فقال: إني أعطيت ابني من عمرة بنت رواحة عطية [ص: ۹۱۰] فأمرتني أن أشهدك يا رسول الله قال: «أعطيت سائر ولدك مثل هذا؟» قال: لا قال: «فاتقوا الله

واعدلوا بين أولادكم» . قال: فرجع فرد عطيته. وفي رواية: أنه قال: «لا أشـــهد على جور»

وفي شرحه مرقاة المفاتيح (٥/ ٢٠٠٩)

(قال: «لا أشهد على جور») أي: ظلم أو ميل فمن لا يجوز التفضيل بين الأولاد يفسره بالأول ومن يجوزه على الكراهة يفسره بالثاني، قال النووي: " فيه استحباب التسوية بين الأولاد في الهبة فلا يفضـل بعضـهم على بعض سـواء كانوا ذكورا أو إناثا، قال بعض أصـحابنا: ينبغي أن يكون للذكر مثل حظ الأنثيين، والصـحيح الأول لظاهر الحديث

بدائع الصنائع في ترتيب الشرائع (٦/ ١٢٧)

وينبغي للرجل أن يعدل بين أولاده في النحلى لقوله سـبحانه وتعالى {إن الله يأمر بالعدل والإحسان} [النحل: ٩٠] (وأما) كيفية العدل بينهم فقد قال أبو يوسف العدل في ذلك أن يسوي بينهم في العطية ولا يفضل الذكر على الأنثى وقال محمد العدل بينهم أن يعطيهم على سـبيل الترتيب في المواريث للذكر مثل حظ الأنثيين كذا ذكر القاضـي الاختلاف بينهما في شـرح مختصـر الطحاوي وذكر محمد في الموطإ ينبغي للرجل أن يســوي بين ولده في النحل ولا يفضــل بعضــهم على بعض.----ولو نحل بعضا وحرم بعضا جاز من طريق الحكم لأنه تصرف في خالص ملكه لا حق لأحد فيه إلا أنه لا يكون عدلا سـواء كان المحروم فقيها تقيا أو جاهلا فاسـقا على قول المتقدمين من مشـايخنا وأما على قول المتأخرين منهم لا بـأس أن يـعـطـي المـتـأدبـين والمـتـفـقـهـين دون الـفـسـقـة الفجرة.---------------,,,,,,,,,----------- والله سبحانه وتعالى اعلم

الجواب صحیح	زاہد اللہ
محمد عبد اللہ محمد یمنی	زاہد اللہ غفرلہ ولوالدیہ
دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی	دارالافتاء جامعہ دارالعلوم کراچی
۲۴/جمادی الثانیہ/۱۴۴۱ھ	۲۳/جمادی الثانیہ/۱۴۴۱ھ
19/ فروری/2020ء	18/ فروری/2020ء

الجواب صحیح
محمد طاہر عفی عنہ
۲۴/۶/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح
محمد یعقوب عفا اللہ عنہ
۲۴/۶/۱۴۴۱ھ

الجواب صحیح
۲۴/۶/۱۴۴۱ھ

دار الافتاء
فتوی نمبر ۲۱۵۱/۳۶
۲۸/۶/۱۴۴۱
۲۳/۲/۲۰۲۰
جامعہ دار العلوم کراچی